خنجر نکال کر قاضی صاحب کو دکھلایا اور بولا میں نے آپ کے امتحان کے لئے یہ صورت اختیار کی تھی۔ اگر تم انصاف نہ کرتے تو میں اس خنجر سے اسی جگہ تمہیں ختم کر دیتا۔

بادشاہ کے یہ الفاظ سن کر قاضی صاحب جس گدی پر بیٹھے ہوئے تھے، اس سے نیچے اترے اور اس کا ایک کونہ اوپر اٹھا کر اس کے نیچے سے ایک دودھاری تلوار نکالی۔ تلوار ایسی تیز تھی کہ بال اڑتا ہوا آکر گرے تو دو ٹکڑے ہو جائے۔ پھر قاضی صاحب نے بادشاہ سے کہا، حضور نے یہ تلوار ملاحظہ فرمائی۔ میں تو آج گھر سے یہ طے کر کے آیا تھا کہ اگر آپ احکام شریعت سے ذرا بھی پھر گئے تو اس تلوار سے آپ کا سر قلم کر دوں گا۔ ممکن ہے کہ عملہ کے لوگ آپ کے شاہی رعب سے متاثر ہو جاتے، لہذا میں نے سوچ لیا تھا کہ میں بذات خود آپ سے حدود اللہ کی تعمیل کراؤں گا۔

قاضی کے یہ الفاظ سن کر بادشاہ نے اسے سینے سے لگا لیا اور قاضی کی بے باکی، اخلاص، دیانت اور حدود اللہ کے تحفظ کے جذبہ پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ آج کل کے جمہوری حکمران اس جج ہی کے خلاف ہو جاتے ہیں جو حکومت کے خلاف فیصلہ کرے خواہ حکومت کتنا ہی ناجائز کام کیوں نہ کرے۔ کتنا فرق ہے اس زمانہ کے بادشاہوں اور آجکل کے جمہوری حکمرانوں کے درمیان!

ابواسحق شیرازی اور نظام الملک

نظام الملک اپنی علم ۔۔۔ کی وجہ سے مشہور تھا۔ وہ اپنے زمانے کا اہم ترین آدمی تھا۔ نام تو اس کا حسن تھا اور کنیت ابوعلی۔ اس کا سب سے بڑا کارنامہ جامعہ بغداد اور جامعہ نیشا پور ہے۔ سیاست نامہ جیسی نادرہ روزگار کتاب اسی نابغہ روزگار کی لکھی ہوئی تھی۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے لوگ انہیں خواجہ بزرگ، تاج الحضرتین، قوام الدین اور جانے کیا کیا القابات سے نوازتے تھے۔

ایک دفعہ سلطنت سلجوقیہ کے ایک وزیر کو نظام الملک نے حکم دیا کہ ایک محضر نامہ تیار کراؤ اور اس پر عوام، علماء اور امراء کے دستخط کراؤ اور اپنے دستخطوں سے اس بات کی تصدیق کریں کہ میں نے اپنے طویل دور وزارت میں کوئی ظلم اور زیادتی نہیں کی تاکہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دستاویز میرے کام آسکے۔

اس زمانہ میں وزیر سلطنت کے بوجھ کو اٹھانے والے ہوتے تھے کیونکہ وزیر کا لفظ وزر سے مشتق ہے اور اس کا معنیٰ ہے بوجھ اٹھا والا۔ وہ سلطنت کے قابل ترین لوگ ہوتے تھے۔ جس وزیر نے یہ دستاویز تیار کرنے کا حکم دیا تھا اس کا شمار نوشیروان عادل کے وزیر بزرجمہر کی صف میں ہوتا ہے۔ نہایت جہاں دیدہ، تجربہ کار، دانشور و دانشمند، علم و فضل کا شیدائی اور علم کی ترویج کے لئے دن رات کوشش کرنے والا۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں وزیر کے ساتھ "باتدبیر" کا لفظ استعمال ہوتا تھا۔ لیکن آج کل کے وزیر "بے تدبیر" ہوتے ہیں اور حکومت کا بوجھ اٹھانے کے بجائے خود حکومت پر بوجھ بنے رہتے ہیں۔ مالی بوجھ، اخلاقی بوجھ، سیاسی بوجھ، ضمیر فروشی کا بوجھ اور اس طرح کے کئی اور بوجھ۔ تاریخ کے صفحات اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ ایسے ہلکے، بے ضمیر، عدل و انصاف کے دشمن،

حرص و آز کے بندے، تنظیمی صلاحیتوں سے محروم، خوشامد پرست اور کاسہ لیس لوگ اگر وزیر بن جائیں تو ان کا کردار ابن علقمی، میر جعفر، میر صادق، حکیم الٰہی بخش اور سر ظفر اللہ آنجہانی سے مختلف نہیں ہوتا۔ وہ حکومت کی مخفی دستاویزات جو بڑی مشکل سے، تیار کی گئی تھیں اور کئی سالوں کی کاوش کا نتیجہ تھیں مخالف حکومت کو بھی دے آنے سے گریز نہیں کرتے۔ ایسے وزراء کو اگر ملک دشمن، غدار وطن، کینہ پرور، منتقم مزاج اور خود غرض نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ ایسے وزیر اگر ماں کے پیٹ سے چاندی کا چمچہ لے کر پیدا نہ ہوتے تو آج گجرات میں دولے شاہ کے چوہے ہوتے یا پھر شہباز قلندر کے عرس میں "لال میری پت رکھیو" کی دھمال ڈال رہے ہوتے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ جمہوریت کی لعنت سے یہ لوگ وزارت کی کرسیوں پر براجمان ہو گئے ورنہ اسلامی نظام حکومت میں یہ چپڑاسی کے عہدے کے قابل بھی نہیں۔

نظام الملک طوسی کے حکم سے یہ محضر نامہ تیار ہوا اور دستخطوں کے لئے مختلف علماء کے پاس گیا۔ اکثر نے دستخط کر دیئے، لیکن جب یہ محضر نامہ ابو اسحٰق شیرازی کی خدمت میں دستخطوں کے لئے گیا تو انہوں نے اس کو بغور پڑھا۔ امام غزالی کے استاذ امام الحرمین تھے جو جامعۂ بغداد کے وائس چانسلر تھے، ابو اسحٰق شیرازی ان کے بھی مخدوم تھے۔ دونوں اپنی جگہ یگانۂ عصر۔ جب یہ محضر نامہ ان کی خدمت میں پیش کیا گیا تو اس درویش خدامست اور مرد قلندر نے فرمایا:

"قلم لاؤ، جو کچھ ہم اس وزیر کے بارہ میں جانتے ہیں وہ نہایت دیانت سے لکھ دیں گے"۔ وزیر اعظم کے حاشیہ نشینوں کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی کہ یہ کچھ لکھنے لگے ہیں۔ لیکن وہ کیا لکھیں گے یہ کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے فوراً اس درویش خدامست کو قلم پیش کیا۔ آپ نے اس قلم سے اس محضر نامہ پر اپنی رائے یہ لکھی:

"حسن یعنی نظام الملک دوسرے ظالموں سے بہتر ہے"

کسی میں ہمت نہ تھی کہ اس مرد قلندر کا ہاتھ پکڑتا۔ ابن خلکان کا بیان ہے کہ ابو اسحٰق شیرازی کی رائے دیکھ کر نظام الملک کو بالکل غصہ نہیں آیا کہ یہ انہوں نے کیا لکھ دیا بلکہ بے اختیار آنسو ٹوٹ پڑے۔ بستر مرگ پر لیٹے لیٹے بولا:

"یہ الفاظ صرف یہی ہستی لکھ سکتی تھی"

اس واقعہ کے کچھ روز بعد نظام الملک انتقال کر گیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کے ایک ساتھی نے اسے خواب میں دیکھا۔ پوچھا کیا معاملہ ہوا بارگاہ رب العزت میں؟

فرمایا: اس مرد خود آگاہ اور درویش خدامست نے میرے محضر نامہ پر جو جملہ لکھا تھا۔ وہ شہادت کام آگئی۔ اس سچے جملے کو پڑھ کر ندامت کے جو آنسو بہائے تھے، اسی سے بارگاہ رب العزت نے مجھ پر کرم نوازی فرمادی

موتی سمجھ کے شانِ کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرقِ انفعال کے